14 مارچ 1961

از عدالت الاعظمیٰ

بی۔ کے۔ کار

بنام

چیف جسٹس اور اس کی کمپینین کے ججز ہائی کورٹ آف اُڑیسہ و دیگر

(کے۔ سبّاراؤ، راگھوبر دیال اور جے۔ آر۔ مدہولکر، جسٹسز)

توہین عدالت ۔ عدالت الاعظمیٰ کا حکم۔ ماتحت عدالت کو باضابطہ طور پر مطلع نہیں کیا گیا۔ حکم کے برعکس کام کرنے والی ماتحت عدالت ۔ اگر توہین کا مرتکب ہو ۔مشق کریں۔ ہائی کورٹ کے ذریعے توہین عدالت کے لیے سزا۔ کیا چیف جسٹس اور ہائی کورٹ کے ججوں کو اپیل میں فریق بنایا جانا چاہیے۔

اپیل کنندہ، ایک مجسٹریٹ کی طرف سے منظور کردہ ایک حکم کے تحت، ایک جی کو 14 اکتوبر 1955 کو کچھ جائیداد کے قبضے میں ڈال دیا گیا۔نظر ثانی میں حکم کو ہائی کورٹ نے 27 اگست 1957 کو کالعدم قرار دے دیا تھا، اور مخالف فریق ایس نے 10 نومبر 1957 کو اپیل کنندہ کو قبضہ کی دوبارہ فراہمی کے لیے درخواست دی تھی۔ جی نے اپنے پچھلے حکم پر نظر ثانی کے لیے ہائی کورٹ میں درخواست دی اور 25 نومبر 1957 کو درخواست قبول کر لی گئی اور اپیل کنندہ کے سامنے کارروائی پر عبوری روک لگا دی گئی۔ 26 نومبر 1957 کو، ایک درخواست جس پر غیر قانونی دستخط تھے اور جس کی تائید حلف نامے سے نہیں کی گئی تھی، اپیل گزار کے سامنے دائر کی گئی تھی جس میں اشارہ کیا گیا تھا کہ ہائی کورٹ نے درخواست کے ساتھ جی کے وکیل کو نہیں بلکہ ایک وکیل کو مخاطب کردہ ٹیلیگرام پر کارروائی روک دی تھی۔ اپیل کنندہ

نے اس درخواست اور ٹیلیگرام پر کارروائی کرنے سے انکار کر دیا اور 27 نومبر 1957 کو اس نے ایک حکم جاری کیا جس میں ایس کی درخواست کو بحالی کی اجازت دی گئی۔ 28 نومبر 1957 کو ہائی کورٹ کے حکم کی ایک کاپی موصول ہوئی اور اس کے بعد قبضہ کی دوبارہ فراہمی کے لیے رٹ جاری نہیں کی گئی۔ ہائی کورٹ نے اپیل کنندہ کو 27 نومبر کو بحالی کا حکم منظور کرنے پر توہین عدالت کا مجرم قرار دیا، جب ہائی کورٹ نے کارروائی پر روک لگا دی تھی۔ اپیل کنندہ نے سپریم کورٹ میں اپیل کی اور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور ججوں کو جواب دہندگان کے طور پر شامل کیا۔

منعقد کیا، کہ اپیل کنندہ عدالت کی توہین کا مجرم نہیں تھا۔ اس سے پہلے کہ ماتحت عدالت کو توہین عدالت کا مجرم قرار دیا جا سکے، یہ ثابت ہونا چاہیے کہ اسے ہائی کورٹ کے حکم کا علم تھا اور اس نے جان بوجھ کر اس کی نافرمانی کی۔ علم کسی ایسے ماخذ سے حاصل کیا جانا چاہیے جو یا تو مجاز ہو یا دوسری صورت میں مستند ہو۔ موجودہ معاملے میں اپیل کنندہ درخواست کے ساتھ ساتھ ٹیلیگرام کو بھی نظر انداز کرنے کا حقدار تھا۔

توہین عدالت کے معاملے میں ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور ججوں کو فریق نہیں بنایا جانا چاہیے اور اس طرح کی کارروائی کا عنوان" دوبارہ۔۔۔۔۔۔مبینہ توہین عدالت" ہونا چاہیے۔

فوجداری اپیلیٹ کا دائرہ اختیار : 1959 کی فوجداری اپیل نمبر 58۔

1958 کے اصل فوجداری متفرق کیس نمبر 8 میں اڑیسہ ہائی کورٹ کے 7 نومبر 1958 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل۔

اپیل کنندہ کی طرف سے اے وی وشوناتھ شاستری، ایچ آر کھنہ اور ٹی ایم سین۔

جواب دہندہ نمبر 1 کی طرف سے ہندوستان کے ایڈیشنل سالیسیٹر جنرل ایچ این سنیال، بی ایم پٹنائک، ایس این اینڈ لی، جے بی داداچنجی اور رامیشور ناتھ۔

14 مارچ 1961 عدالت کا فیصلہ بذریعہ سنایا گیا۔

جسٹس مدھول کر۔خصوصی اجازت کے ذریعے کی گئی اس اپیل میں، اپیل کنندہ جسے اڑیسہ کی ہائی کورٹ نے توہین عدالت کا مجرم پایا ہے، اپنی سزا کو چیلنج کر رہا ہے۔اس اپیل کے ساتھ ساتھ 1960 کی مجرمانہ اپیل 2 جس میں ایک اور شخص اسی ہائی کورٹ کے ذریعے عدالت کی توہین کے لیے اپنی سزا کو چیلنج کر رہا ہے، چیف جسٹس اور ہائی کورٹ کے ججوں کو فریق بنایا گیا ہے۔تعلیم یافتہ ایڈیشنل سالیسیٹر جنرل،جس نے ایک محدود مقصد کے لیے پیشی کی ہے، نے یہ بات اٹھائی ہے کہ ایسے معاملات میں چیف جسٹس اور ہائی کورٹ کے ججوں کو فریق بنانا بالکل ضروری نہیں ہے۔وہ بتاتے ہیں کہ انگلینڈ میں توہین عدالت کے تمام معاملات میں کارروائی کا معمول کا عنوان" دوبارہ۔۔۔۔۔(فلاں)" ہے، یہ وہ شخص ہے جس کے خلاف توہین عدالت کے الزام میں کارروائی کی جاتی ہے۔ان کے مطابق، اپیلوں میں بھی اسی عمل کی پیروی کی جاتی ہے۔تاہم، ہمیں یہ بتانا چاہیے کہ ہندوستان میں ہائی کورٹس کی جانب سے توہین عدالت کی سزاؤں کے ساتھ ساتھ اس عدالت کے سامنے اپیلوں میں پریوی کونسل کو پیش کی جانے والی اپیلوں میں، چیف جسٹس اور متعلقہ ہائی کورٹ کے ججوں کو جوابدہ بنایا گیا ہے۔ایمبارڈ بنام ٹرینداڈ ٹوبا گو کے اٹارنی جنرل ((1936) اے سی 322) میں ہم دیکھتے ہیں کہ اٹارنی جنرل کو اپیل میں فریق بنایا گیا تھا۔تعلیم یافتہ ایڈیشنل سالیسیٹر جنرل کی طرف سے اٹھایا گیا سوال کچھ اہمیت کا حامل ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس کا فیصلہ کرنا مناسب ہے۔

ہر مقدمے یا اپیل میں وہ افراد جو راحت کا دعوی کرتے ہیں یا جن کے خلاف راحت دی گئی ہے یا وہ افراد جن کے پاس سماعت کا حق ہے یا جو سماعت کا دعوی کرتے ہیں انہیں بلاشبہ فریق بنایا جانا چاہیے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فیصلے یا اس کیس کے نتیجے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔لیکن جہاں ہائی کورٹ کے جج کسی شخص پر توہین عدالت کا مقدمہ چلاتے ہیں اور اسے مجرم قرار دیتے ہیں تو وہ محض کسی معاملے کا فیصلہ کرتے ہیں اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ حتمی نتیجہ میں کسی بھی طرح سے اس معنی میں دلچسپی رکھتے ہیں جس میں مدعی دلچسپی رکھتا ہے۔مقدمے کی سماعت کے معاملے میں ججوں کا فیصلہ ان ججوں کے کسی بھی دوسرے فیصلے کی طرح ہوتا ہے، یعنی ان معاملات میں جو ان کے سامنے مقدمے، درخواست، اپیل یا حوالہ کے ذریعے آتے ہیں۔چونکہ یہ اصل حیثیت ہے اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ اس عمل کے لیے کوئی وارنٹ نہیں ہے جو آج ہندوستان میں رائج ہے، اور جو ایک صدی سے زیادہ عرصے سے رائج ہے، چیف جسٹس اور ججوں کو توہین عدالت کے معاملے میں ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف اپیل میں فریق بنانے کا۔ہم اس بات کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں کہ چیف جسٹس اور ہائی کورٹ کے ججوں کو قانونی کارروائی میں فریق بنانا نہ تو ضروری ہے

اور نہ ہی مناسب ہے جب تک کہ ان کے خلاف کچھ راحت کا دعوی نہ کیا جائے۔تو ہین عدالت کے معاملے میں چیف جسٹس اور ہائی کورٹ کے ججوں کے خلاف راحت کا دعوی کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔اس لیے موجودہ عمل کو بند کر دیا جانا چاہیے اور اس کے بجائے ،جیسا کہ انگلینڈ میں ہے،اس طرح کی کارروائی کا عنوان" دوبارہ۔۔۔۔۔۔(مبینہ مخالف" ہونا چاہیے۔

اب ہم خود کو اس کیس کی خوبیوں سے مخاطب کرتے ہیں۔اپیل کنندہ سال 1957 میں ڈھینکنال میں سب ڈویژنل مجسٹریٹ تھا۔اس کے سامنے ایک مجسٹریٹ تھرڈ کلاس، ڈھینکنال نے ایک مجرمانہ معاملے میں دفعہ 522،فوجداری ضابطہ اخلاق کے تحت ایک حکم جاری کیا جس میں شکایت کنندہ غلام محمد کو کچھ جائیداد کے قبضے میں ڈال دیا گیا۔یہ حکم اصل میں 14 اکتوبر 1955 کو نافذ کیا گیا تھا۔اپیل میں ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے بھی اس کی تصدیق کی۔تاہم،اسے ہائی کورٹ نے 27 اگست 1957 کو نظر ثانی میں مسترد کر دیا تھا۔مخالف فریق، ایک صریف بیگ نے،اس کے بعد 20 نومبر 1957 کو اپیل کنندہ کے سامنے قبضہ کی دوبارہ فراہمی کے لیے درخواست دی۔غلام محمد نے اس درخواست کی مخالفت کی۔اپیل گزار نے 21 نومبر 1957 کو اس کی سماعت کی،اور حکم 23 نومبر 1957 تک محفوظ رکھا گیا۔بظاہر حکم تیار نہیں تھا اور اس لیے معاملہ 27 نومبر 1957 تک ملتوی کر دیا گیا۔اس دن درخواست کی اجازت دی گئی اور 2 دسمبر 1957 تک تعمیل کی ہدایت کی گئی۔

جب یہ کارروائی جاری تھی، شکایت کنندہ کی طرف سے ہائی کورٹ میں بظاہر اس کے پچھلے حکم پر نظر ثانی کے لیے درخواست دی گئی تھی۔ 25 نومبر 1957 کے حکم کے ذریعے اس درخواست کو پی وی بالگر شنا راؤ جے نے قبول کیا۔انہوں نے سب ڈویژنل مجسٹریٹ،ڈھینکنال کے سامنے کیس کی کارروائی پر عبوری روک بھی دے دی لیکن یہ ہدایت نہیں دی کہ مذکورہ حکم کو ٹیلیگرام کے ذریعے سب ڈویژنل مجسٹریٹ کو بھیجا جائے۔ 26 نومبر 1957 کو مجسٹریٹ کو ایک غیر قانونی دستخط والی درخواست دی گئی تھی جس میں، دوسری چیزوں کے علاوہ، یہ کہا گیا تھا کہ" درخواست قابل قبول نہ ہونے کی وجہ سے مخالف فریق نے اس معاملے میں ایک بار پھر معزز ہائی کورٹ کا رخ کیا ہے اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ مخالف فریق کی نظر ثانی کے نمٹارے تک مزید کارروائی روک دی جائے۔" ظاہر ہے،" مخالف فریق" سے درخواست گزار کا مطلب خود تھا اور" نظر ثانی" سے اس کا مطلب اس کی طرف سے کی گئی نظر ثانی کی درخواست تھا۔اس درخواست کے ساتھ شکایت کنندہ نے مسٹر نیلکنتھ مشرا، پلیڈر، ڈھینکنال کو مخاطب کرتے ہوئے ایک ٹیلیگرام دائر کیا جس میں کہا گیا تھا کہ" غلام محمد کے مقدمے کی مزید کارروائی روک دی گئی،

رام" ۔مجسٹریٹ کی آرڈر شیٹ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ان کے سامنے کی کارروائی میں مسٹر نیلکنتھ مشرا نے شکایت کنندہ کی نمائندگی کی ۔تاہم، ہم فرض کریں گے کہ اس نے ایسا کیا تھا۔ پھر بھی، اس بات کی نشاندہی کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے کہ" رام" کون ہے۔اس بات کی کوئی تجویز نہیں ہے کہ وہ وہ وکیل تھا جس نے ہائی کورٹ کے سامنے شکایت کنندہ کی اس سے پہلے کی کارروائی میں نمائندگی کی تھی۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ 25 نومبر 1957 کو سب ڈویژنل مجسٹریٹ ہیڈ کوارٹر سے باہر تھا اور اس لیے دوسرے افسر نے ہدایت کی کہ اس کی واپسی پر درخواست سب ڈویژنل مجسٹریٹ کے سامنے رکھی جائے۔سب ڈویژنل مجسٹریٹ نے اس ٹیلیگرام پر کارروائی کرنے سے انکار کر دیا لیکن 27 نومبر 1957 کو شکایت کنندہ کی درخواست پر درج ذیل توثیق کی :

"ٹیلیگرام، فائل پر کوئی کارروائی نہیں کی جا سکتی۔"

اس کے بعد وہ مخالف فریق کی بحالی کی درخواست پر اپنا حکم دینے کے لیے آگے بڑھا۔ہائی کورٹ کے حکم کی ایک نقل 28 نومبر 1957 کو ڈھینکنال میں موصول ہوئی۔اس دن سب ڈویژنل مجسٹریٹ غیر حاضر تھے اور دوسرے افسر نے آرڈر شیٹ میں درج ذیل اندراج کیا :

" دیکھا ہے۔اے ڈی ایز کا ڈی ایس نمبر 326 مورخہ 57-11-28۔سی آر میں۔متفرق کیس نمبر 90/57 ہائی کورٹ نے مزید کارروائی پر روک لگا دی ہے۔مزید کارروائی جاری رکھیں۔ایس ڈی ایم کے سامنے پیش ہوں، فریقین کو مطلع کریں۔

اس توثیق کے نتیجے میں قبضہ کی دوبارہ فراہمی کے لیے کوئی رٹ جاری نہیں کی گئی اور اس طرح جمود برقرار رکھی گئی۔

شکایت کنندہ کی طرف سے نظر ثانی کی درخواست کے سلسلے میں 18 اگست 1957 کو ریکارڈ پر غور کرنے کے بعد ہائی کورٹ نے 25 اگست 1958 کو اپیل کنندہ کو نوٹس جاری کرنے کا حکم دیا تا کہ یہ ظاہر کیا جا سکے کہ اسے توہین عدالت کا مرتکب کیوں نہیں ہونا چاہیے۔اپیل کنندہ نے ایک طویل بیان میں تمام حقائق کی وضاحت کی اور یہ بھی کہا کہ اس کا ہائی کورٹ کے احکامات اور ہدایات کی نافرمانی کرنے یا اس سے آگے جانے کا ذرا بھی ارادہ نہیں تھا اور اس نے 27 نومبر 1957 کا حکم منظور کیا کیونکہ شکایت کنندہ کی روک کی درخواست حلف نامے کے ساتھ نہیں تھی اور نہ ہی شکایت کنندہ یا اس کے وکیل نے اس پر دستخط کیے تھے۔انہوں نے مزید کہا کہ انہیں توہین عدالت کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جانا چاہیے کیونکہ ان کا" ہائی کورٹ کے سامنے زیر التواء معاملے کو نمٹانے میں تعصب یا انصاف کے راستے کو متاثر

کرنے کا ارادہ تھا" اور مزید کہا کہ انہوں نے اپنے سرکاری فرائض کی انجام دہی میں نیک نیتی سے کام لیا۔آخر میں انہوں نے کہا کہ اگر ان کی وضاحت پر غور کرنے کے بعد عدالت نے انہیں اپنے حکم کی نافرمانی کا مجرم پایا تو انہوں نے افسوس کا اظہار کیا اور اپنے کیے پر معافی مانگی۔اس معافی کو محض ایک مشروط معافی سمجھا گیا اور اسے قبول نہیں کیا گیا۔ماتحت عدالتوں کے احکامات کی نافرمانی کے سوال پر کیس قانون پر تفصیلی غور وفکر کے بعد، ہائی کورٹ نے سب ڈویژنل مجسٹریٹ کو توہین عدالت کا مجرم پایا اور اسے 100 روپے جرمانہ ادا کرنے کی سزا سنائی۔اسی حکم سے ہائی کورٹ نے شکایت کنندہ کی طرف سے اس کے سامنے پیش کردہ نظر ثانی کی درخواست کو مسترد کر دیا۔

اس سے پہلے کہ ماتحت عدالت کو اعلی عدالت کے حکم کی نافرمانی کا مجرم پایا جائے اور اس طرح عدالت کی توہین کا ارتکاب کیا جائے، یہ ظاہر کرنا ضروری ہے کہ نافرمانی جان بوجھ کر کی گئی تھی۔حکم کی نافرمانی کرنے کے ارادے کا اندازہ لگانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے جب تک کہ ملزم شخص کو حکم کا علم نہ ہو۔اگر کسی ماتحت عدالت نے جو کچھ کیا ہے وہ کسی اعلی عدالت کے حکم سے بالکل لاعلمی میں ہے، تو یہ واضح طور پر اس عدالت کے حکم کی جان بوجھ کر نافرمانی کے مترادف نہیں ہوگا اور اس لیے یہ عدالت کی توہین کے مترادف نہیں ہوگا۔شاید ایسا معاملہ ہوسکتا ہے جہاں حکم کی نافرمانی کو معقول طور پر دو طریقوں سے سمجھا جا سکتا ہے اور ماتحت عدالت نے اسے ان طریقوں میں سے ایک میں سمجھا لیکن اعلی عدالت کے ارادے سے مختلف انداز میں۔یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ماتحت عدالت کی طرف سے حکم کی نافرمانی اعلی عدالت کی توہین تھی۔ممکنہ طور پر ایسا معاملہ ہوسکتا ہے جہاں نافرمانی حادثاتی ہو۔اگر ایسا ہے تو توہین نہیں ہوگی۔اس لیے اس قسم کے معاملے میں جو بات ثابت کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ماتحت عدالت ہائی کورٹ کے حکم کے بارے میں جانتی تھی اور حکم کو جان کر اس نے اس کی نافرمانی کی۔تاہم، علم کسی ایسے ماخذ سے حاصل کیا جانا چاہیے جو یا تو مجاز ہو یا دوسری صورت میں مستند ہو۔ہمارے سامنے موجود معاملے میں یہ واضح نہیں ہے کہ وہ شخص جس نے 27 نومبر 1957 کو درخواست پر دستخط کیے تھے کیونکہ دستخط غیر قانونی ہیں۔اس پر کسی وکیل نے جوابی دستخط نہیں کیے تھے اور نہ ہی یہ ظاہر کرنے کے لیے کچھ ہے کہ اسے شکایت کنندہ کی طرف سے پیش ہونے کے مجاز وکیل نے عدالت میں پیش کیا تھا۔مزید برآں، اس کے ساتھ حلف نامہ نہیں تھا۔اس لیے اس میں بیان کردہ حقائق کی سچائی کی کوئی ضمانت نہیں ہوسکتی۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے ساتھ ایک ٹیلیگرام تھا اور اگرچہ یہ ایک وکیل کو مخاطب کیا گیا تھا لیکن اس بات کی نشاندہی کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے کہ وہ شکایت کنندہ کی طرف سے پیش ہونے کا مجاز تھا۔آگے بھیجنے والے کی

صلاحیت کے بارے میں کہنا ممکن نہیں ہے۔ اگر ٹیلیگرام عدالت سے یا شکایت کنندہ کی جانب سے ہائی کورٹ کے سامنے پیش ہونے والے وکیل سے موصول ہوتا اور عدالت یا شکایت کنندہ کے وکیل کو مخاطب کیا جاتا تو مختلف تحفظات پیدا ہوتے اور یہ خیال رکھنا ممکن ہوتا کہ اس میں موجود معلومات پر صداقت کی مہر تھی۔ یقیناً، ہم اسے یہاں قانون کے طور پر نہیں رکھنا چاہتے کہ ہر ٹیلیگرام جس پر کسی وکیل یا وکیل کے دستخط ہونے کا دعوی کیا جاتا ہے، اس میں بیان کردہ حقائق کی سچائی کی ضمانت دیتا ہے اور یہ حقیقت بھی کہ یہ دراصل اس شخص کے ذریعے بھیجا گیا تھا جس کے نام پر یہ لکھا گیا ہے۔ ان معاملات کے بارے میں عدالت کو یقین دلانے کے لیے فریق کی طرف سے حلف نامہ ضروری ہوگا۔ ہمارے سامنے موجود مواد پر ہم مطمئن ہیں کہ سب ڈویژنل مجسٹریٹ کو ٹیلیگرام کے ساتھ ساتھ درخواست کو نظر انداز کرنے کے لیے عنوان دیا گیا تھا۔ اس لیے ہمارا ماننا ہے کہ ٹیلیگرام پر کارروائی کرنے سے ان کا انکار عدالت کی توہین کے مترادف نہیں ہے۔ ہم یہ حقیقت بھی شامل کر سکتے ہیں کہ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے ذریعے ہائی کورٹ کے حکم کی کاپی موصول ہونے پر نہ صرف مزید کارروائی روک دی گئی بلکہ قبضہ دوبارہ فراہم کرنے کی رٹ کو جاری کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ یہ واضح طور پر ظاہر کرے گا کہ سب ڈویژنل مجسٹریٹ یا دوسرے افسر کی طرف سے ہائی کورٹ کے حکم کی نافرمانی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اپیل کنندہ کی سزا اور جرمانہ بھی غلط ہے اور اسی کے مطابق اسے الگ کر دیا جاتا ہے۔

اپیل کی اجازت دی گئی۔

Javeed Ahmed Geelani
2024.05.09 16:03
I am the author of this
document